WWW.NAFSEISLAM.COM

تعارف

سُورۃ الفیل

نام : اس سورہ مبارکہ کا نام الفیل ہے۔ اس میں ایک رکوع، پانچ آیتیں، بیس کلمات اور چھیانوے حروف ہیں۔

زمانۂ نزول : مکہ مکرمہ میں عہدِ نبوت کے آغاز میں نازل ہوئی۔

تاریخی پس منظر : اس سورت میں جس واقعہ کی طرف اشارہ ہے اس کو پوری طرح سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ اس واقعہ کی تفصیلات کا بنظرِ غائر مطالعہ کیا جائے۔ صرف اسی طرح ہم اس سورت کے مقصدِ نزول سے آگاہ ہو سکتے ہیں۔

نقشہ پر نظر ڈالنے سے پتہ چل جاتا ہے کہ بحرِ احمر کے دائیں طرف یمن کا ملک ہے اور اس کے مدِ مقابل دوسری طرف براعظم افریقہ کا ملک حبشہ ہے جسے ایتھوپیا یا ابی سینیا بھی کہا جاتا ہے۔ علم انساب کے ماہرین کا خیال ہے کہ حبش کے باشندے اصل یمن کی قوم سبا کے ہی افراد تھے جنہوں نے یمن کی خوشحالی کے دور میں یمن سے نقل مکانی کر کے ابی سینیا کے ساحل پر اپنی تجارتی منڈیاں اور مراکز قائم کر لیے تھے۔ زیادہ دیر تک وہ اپنی انفرادیت قائم نہ رکھ سکے۔ افریقہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ ان کے شادی بیاہ کا سلسلہ شروع ہو گیا یہاں تک کہ نہ وہ خالص سبائی رہے اور نہ خالص افریقی بلکہ ایک مخلوط قوم بن گئے۔ اسی لیے ان کو حبش کہا جاتا ہے جس کا معنی اختلاط و امتزاج ہے۔ گویا سبا کی قوم دو حصوں میں بٹ گئی۔ ایک حصہ اپنے اصلی وطن یمن میں اقامت پذیر رہا، انہیں سبائے حمیر کہا جاتا ہے اور جو لوگ ترکِ وطن کر کے یہاں آ کر آباد ہو گئے انہیں سبائے حبش کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

یمن کے اصلی باشندے ستاروں کی پوجا کیا کرتے تھے۔ مختلف ستاروں کے لیے انہوں نے بڑے بڑے معبد بنوائے تھے، لیکن اس زمانہ میں افریقہ قیصرِ روم کے قبضہ میں تھا۔ رومی عیسائی تھے۔ ان کے حکومتی اثر اور سرگرم تبلیغی کوششوں کے باعث عیسائیت کو یہاں بڑا فروغ حاصل ہوا۔ حبشہ کے باشندے بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ ان کی اکثریت نے عیسائی مذہب کو قبول کر لیا۔ یمن میں بھی عیسائی مبلغین کی کوششوں سے نجران کے خطہ میں عیسائیت نے اپنا اثر و رسوخ قائم کر لیا۔ ذونواس حمیر کا آخری بادشاہ عیسائیت کے فروغ سے آتش زیر پا ہو گیا اور اس نے گڑھے کھدوائے، ان میں آگ جلائی اور ان عیسائیوں کو آگ میں پھینک کر جلا دیا۔ اس کا تفصیلی تذکرہ آپ ابھی ابھی سورہ البروج میں پڑھ چکے ہوں گے یمن کا ایک عیسائی امیر دوس بن ثعلبان جو بچ نکلنے میں کامیاب ہو گیا تھا، وہ نجاشی بادشاہ حبشہ کے پاس فریادی ہوا۔ نجاشی نے قیصرِ روم سے مشورہ کیا اور یمن پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ بعض مؤرخین کہتے ہیں کہ چند عیسائی جو بچ گئے تھے وہ قیصر کے پاس

قسطنطنیہ پہنچے اور وہاں جا کر اپنے بھائیوں کی داستان الم بیان کی۔ قیصر نے نجاشی کو یمن پر حملہ کرنے اور ان مقتولین کا انتقام لینے کی ہدایت کی، چنانچہ حبشی لشکر یمن پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ قیصر نے اپنا بحری بیڑہ فراہم کیا تاکہ یہ لشکر جرار اس کے ذریعہ بحر احمر کو عبور کرے۔ قیصر نے یہ رویّہ کیوں اختیار کیا، اس فراخدلانہ اعانت کا محرک کیا صرف مذہبی جذبہ تھا۔ بعض مؤرخین کی رائے ہے کہ یہ محض بہانہ تھا۔ اصل مقصد یہ تھا کہ اس تجارتی شاہراہ پر اپنی گرفت مضبوط کی جائے جس کے ذریعے مشرقی ممالک کا قیمتی سامانِ تجارت مغربی ممالک تک پہنچتا ہے۔ اس سے پیشتر اس شاہراہ پر اہلِ عرب کی اجارہ داری تھی اور انہی کے انگنت اونٹوں پر مشتمل قافلے اس سامان کو بحر احمر کی بندرگاہ سے اٹھا کر بحر روم کے ساحل تک پہنچایا کرتے تھے۔ کئی صدیوں سے رومی للچائی ہوئی نظروں سے اس شاہراہ کو دیکھتے تھے اور محض کسی بہانہ کی تلاش میں تھے۔ عرصے رومیوں اور ایرانیوں میں جنگ شروع تھی اور حالتِ جنگ میں اس راستہ کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی تھی۔ ممکن ہے قیصر کے اس اقدام کے محرک یہ دونوں سبب ہوں۔

الغرض جب حبشی لشکر حملہ آور ہوا تو شاہِ یمن ذونواس نے عدن اور حضر موت کے ساحل پر اس کا استقبال کیا اور اسے پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔ حبشی وطن واپس آئے اور از سر نو بڑے زور شور سے دوبارہ حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔ اس دفعہ ذونواس ان کے حملے کی تاب نہ لا سکا اس کا حمیری لشکر بُری طرح شکست سے دوچار ہوا۔ ذونواس نے راہِ فرار اختیار کی اور اپنا گھوڑا ایک دریا میں ڈال دیا، لیکن وہیں اس کا کام تمام کر دیا گیا۔ اس کے قتل کے بعد اس کا نائب ذوجدن مقابلہ کے لیے بڑھا لیکن وہ بھی مارا گیا۔ ذوالیزان نے حبشی فوج کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن ناکام ہوا۔ اس طرح ۵۲۵ عیسوی میں سارا یمن حبشیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔ عرب مؤرخین کے نزدیک اس حبشی لشکر کے سالار کا نام ارباط تھا۔ شاہ نجاشی نے اسی کو وہاں کا والی مقرر کر دیا۔ لیکن یونانی مؤرخ اس سالار کا نام 'اسیمیفوس' بتاتے ہیں اور اس وقت کے نجاشی کا نام 'ایلاسبس' لکھتے ہیں۔

عربی روایات کے مطابق ارباط نے تقریباً ۲۰ سال تک یمن پر حکومت کی۔ اس کے بعد حبشی فوج نے ایک فوجی افسر ابرہہ کی قیادت میں اس کے خلاف علم بغاوت بلند کیا۔ ارباط مارا گیا اور ابرہہ یمن کا والی بن بیٹھا۔ سال کا تعین مشکل ہے البتہ ایک کتبہ جو ابرہہ کا نصب کردہ ہے اس پر ۶۵۸ یمنی سال مرقوم ہے جو ۵۴۳ء کے مطابق ہے۔

نجاشی نے ابرہہ کی بغاوت اور ارباط کے قتل کی خبر سُنی تو بہت غضبناک ہوا۔ قسم اٹھائی کہ وہ خاکِ یمن کو اپنے پاؤں تلے روند ڈالے گا اور ابرہہ کا خون بہائے گا۔ ابرہہ نے ایک شیشی میں اپنا خون بھرا اور یمن کی کچھ مٹی ایک خریطہ میں بند کی۔ دونوں کو بادشاہ کے پاس بھیجا اور لکھا کہ میں آپ کا حلقہ بگوش غلام ہوں۔ آپ نے جو حلف اٹھایا ہے اُس کو پورا کرنے کے لیے اپنا خون اور یمن کی مٹی بھیج رہا ہوں۔ آپ اس مٹی کو اپنے پاؤں سے روند ڈالیے اور میرا خون جو شیشی میں ہے اسکو زمین پر بہا دیجیے۔ ابرہہ کی اس پیشکش سے نجاشی بہت خوش ہوا اور اسے یمن کا والی برقرار رکھا۔

جب ابرہہ کو کچھ اطمینان ہوا تو اس نے یمن میں عیسائیت کی تبلیغ کے لیے تحریک شروع کر دی۔ بڑے بڑے شہروں

میں گرجے تعمیر کیے اور یمن کے دارالسلطنت صنعاء میں ایک بہت بڑا عظیم الشان گرجہ تعمیر کیا جس کو عرب اَلْقُلَّیْس یا اَلْقَلِیْس کہتے ہیں یہ لفظ کلیسا کا معرب ہے۔ اس کی زیب وزینت و آرائش پر دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ ان تمام کوششوں اور اقدامات کے باوجود عیسائیت کی اشاعت میں اسے حسب منشا کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ اس کے سامنے ایک ایسی رکاوٹ تھی جس نے اس کی کوششوں کو تقریباً بے اثر بنا دیا۔ مکہ مکرمہ میں جو کعبہ حضرت خلیل اور اسماعیل علیہم السلام نے اپنے مبارک ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا ہر عربی باشندے کو اس سے قلبی اور فطری عقیدت تھی، وہ کسی قیمت پر اس سے صرف نظر نہیں کر سکتا تھا۔ عیسائیت قبول کرنے کا فوری نتیجہ اس رشتہ کا انقطاع تھا جس کے لیے اہل عرب بالکل تیار نہ تھے۔

ابرہہ نے اس رکاوٹ کو اپنے راستے سے ہٹانے کا عزم کر لیا۔ اس نے عرب کے تمام علاقوں میں منادی کرا دی کہ میں نے تمہارے لیے ایک بہت خوبصورت کعبہ بنایا ہے تم وادی غیر ذی زرع میں واقع ان گھڑے سیاہی مائل پتھروں کے بنے ہوئے کعبہ کے بجائے یہاں آکر اپنا حج کیا کرو جو صنعاء کی جنت نظیر وادی میں انسانی فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے، لیکن اس کی یہ دعوت صدا بصحرا ثابت ہوئی۔ لوگ اس کے ہر طرح کے پراپیگنڈے کے باوجود تپتے ہوئے صحرا بے آب وگیاہ ریگستانوں کو مستانہ وار عبور کرتے ہوئے مکہ مکرمہ حاضر ہوتے اور کعبہ مشرفہ کا طواف کر کے سکون دل حاصل کرتے۔ اس چیز نے ابرہہ کو اور مشتعل کر دیا۔ اس نے قسم کھائی کہ وہ اس گھر کو گرا کر نیست و نابود کر دے گا۔ ان حالات میں ایک اور واقعہ رونما ہوا جس نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ کہتے ہیں بنی کنانہ کے کسی شخص نے رات کو اس کلیسا میں جا کر قضائے حاجت کر دی۔ بعض کی رائے ہے کہ چند عرب نوجوانوں نے اس کلیسا کو نذر آتش کرنے کی کوشش کی، لیکن مقاتل بن سلیمان کی رائے یہ ہے کہ چند مسافر رات بسر کرنے کے لیے اس گرجا کے پڑوس میں اترے۔ انہوں نے کھانا پکانے کے لیے آگ جلائی۔ آندھی آگئی اور کوئی چنگاری اڑ کر اس گرجے میں جا پہنچی جس سے وہاں آگ بھڑک اٹھی۔ ابرہہ یہ سن کر برافروختہ ہو گیا اور اس نے مکہ پر فوری چڑھائی کا عزم کر لیا۔ چند روز میں ایک لشکر جرار کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے مکہ کی طرف روانہ ہو گیا اس کا سالار اعلیٰ خود ابرہہ تھا۔ جزیرۂ عرب میں یہ خبر آگ کی طرح پھیل گئی۔ خود یمنی امراء و سرداروں نے کعبہ مقدسہ کو بچانے کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دی۔ یمن کے ایک رئیس ذونفر نے اپنی قوم اور دیگر قبائل عرب کو ابرہہ کا مقابلہ کرنے کے لیے للکارا۔ اس دعوت پر لبیک کہتے ہوئے بیشمار لوگ اس کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔ گھمسان کی جنگ ہوئی، لیکن ذونفر کے لشکر نے شکست کھائی اور یہ خود گرفتار کر لیا گیا۔ ابرہہ اس کو اپنے ہمراہ لے کر مکہ کی طرف روانہ ہوا۔ جب اس کا گزر بلاد خثعم سے ہوا تو بنی خثعم کے سردار نفیل بن حبیب خثعمی نے اس کا مقابلہ کیا۔ بنی خثعم کے دونوں قبیلے شہران اور ناہش اس کے ساتھ تھے لیکن انہیں بھی شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ نفیل گرفتار کر لیا گیا۔ ابرہہ نے اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا لیکن پھر اسے معاف کر دیا۔ اس نے اس کو بھی ساتھ لیا تاکہ بلاد حجاز میں وہ اس کا دلیل کارواں بن سکے۔

جب یہ لشکر طائف کے قریب پہنچا تو اہل طائف کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ کہیں ابرہہ ان کے مندر کو منہدم نہ کر دے جس میں ان کے معبود لات کا بت نصب تھا، چنانچہ وہاں کے رؤسا ابرہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسے بتایا کہ ہمارا یہ معبد وہ نہیں جس کو گرانے کا تم نے قصد کیا ہے بلکہ وہ آگے مکہ میں ہے اور ہم اس سلسلہ میں آپ کی ہر خدمت بجا لانے کے لیے

تیار ہیں۔ چنانچہ ابرہہ نے ان کو اطمینان دلایا، ان کی عزت و تکریم کی۔ اُنہوں نے ابورغال کو اس کے ہمراہ بھیجا تاکہ وہ راستہ بتائے اور کعبہ کی نشاندہی کرے۔ جب ابرہہ اپنے لشکر جرار کو ساتھ لیے مکہ کے نزدیک وادی مغمس میں خیمہ زن ہُوا تو اس کے لشکریوں نے مار دھاڑ شروع کر دی۔ بھیڑ، بکریاں اور اُونٹ جو چیز ان کے ہتھے چڑھی ہانک کر وہ لے اپنے پڑاؤ میں لے آئے۔ اس لُوٹ کے مال میں حضرت عبدالمطلب کے دو صد اُونٹ بھی تھے۔

ابرہہ نے حمیر قبیلہ کے حناطہ نامی ایک شخص کو مکہ بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو یہ بتائے کہ ابرہہ ان سے جنگ کرنے کے لیے نہیں آیا بلکہ خانہ کعبہ کو گرانے آیا ہے۔ اگر اہل مکہ نے مزاحمت نہ کی تو انہیں کچھ نہیں کہا جائے گا لیکن اگر انہوں نے مزاحمت کی کوشش کی تو پھر نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ حناطہ مکہ گیا، اُس نے لوگوں سے پُوچھا تمہاری بستی کا سردار کون ہے اُنہوں نے حضرت عبدالمطلب کا نام لیا۔ اس نے آپ سے مُلاقات کی اور ابرہہ کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے فرمایا کہ ابرہہ سے جنگ کرنے کا نہ ہمارا ارادہ ہے اور نہ ہم میں اس کی ہمت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اس کے خلیل کا حرم ہے۔ اگر وہ چاہے گا تو خود اس کی حفاظت کرے گا ورنہ جیسے اس کی مرضی۔ حناطہ نے آپ کو ساتھ چلنے کے لیے کہا۔ آپ اس کے ہمراہ ابرہہ کے پاس تشریف لائے۔ آپ کی بارُعب شخصیت اور نُورانی چہرہ دیکھ کر وہ بہت متاثر ہُوا۔ تخت سے نیچے اُتر آیا اور آپ کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ ترجمان کے ذریعے اُس نے پُوچھا کوئی ارشاد؟ آپ نے کہا میری درخواست تو یہ ہے کہ تمہارے لشکری میرے دو صد اُونٹ ہانک کرلے آئے ہیں وہ مجھے واپس کر دیے جائیں۔ ابرہہ اس غیر متوقع جواب سے بہت حیران ہُوا۔ کہنے لگا جب میں نے آپ کو پہلی مرتبہ دیکھا میرے دل میں آپ کا ازحد احترام پیدا ہو گیا، لیکن آپ کی یہ حقیر درخواست سُن کر احترام کا جذبہ ناپید ہو گیا۔ آپ کو اپنے اُونٹوں کا تو اتنا خیال ہے اور کعبہ کا ذرا خیال نہیں جس کی وجہ سے تمہاری عزت کی جاتی ہے۔ آپ نے بڑی سادگی سے جواب دیا: اِنِّیْ اَنَا رَبُّ الْاِبِل و ان للبیت ربا سَیَمْنَعُہٗ۔ یعنی میں اُونٹوں کا مالک ہوں ان کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اس کی حفاظت کرے گا۔ ابرہہ نے بڑے غرور سے کہا اب اس گھر کو میری تاخت و تاراج سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی۔ حضرت عبدالمطلب واپس آئے اور قریش کو حکم دیا سب مکہ سے کوچ کر جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جائیں تاکہ یمنی لشکر ان کو تہس نہس کر کے نہ رکھ دے۔ آخر میں آپ اپنی قوم کے رئیسوں کو ساتھ لے کر کعبہ کے پاس آئے تاکہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں دُعا کریں کہ وہ انہیں اور کعبہ کو ابرہہ کی دست بُرد سے بچائے۔ کعبہ کے دروازہ کے کنڈا کو پکڑ کر عبدالمطلب نے بڑے عجز و نیاز سے فریاد کی عرض کیا:

لَاھُمَّ اِنَّ الْمَرْءَ یَمْنَعُ ... رِحْلَہٗ فَامْنَعْ رِحَالَکْ

اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما۔

لَا یَغْلِبَنَّ صَلِیْبُھُمْ ... وَ مِحَالُھُمْ اَبَدًا مِحَالَکْ

کل ان کی صلیب اور ان کی قوت تیری قوت پر غالب نہ آجائے۔

ان کنت تارکھم و قب ... لتنا فامر ما بدا لک

(اگر تو انہیں اور ہمارے قبلہ کو اپنے حال پر چھوڑ دینا چاہتا ہے تو جو تیری مرضی ہوا ہی کر)

ابن جریر نے عبدالمطلب کے یہ اشعار بھی نقل کیے ہیں جو اس موقع پر دُعا مانگتے ہُوئے اُنہوں نے ارتجالاً کہے :

يَارَبِّ لَا ارجو لهم سواكَ يَارَبِّ فامنع منهم حماكَ

(اے میرے پروردگار تیرے بغیر میں اُن کے مقابلہ کی کسی سے توقع نہیں رکھتا اے میرے پروردگا ان کی دستبرد سے اپنے حرم کی حفاظت فرما)

اِنَّ عدوَّ البيت من عاداكَ امنعهم ان يخربوا قراكَ

(اس گھر کا دُشمن تیرا دُشمن ہے ان کو روک دے کہ وہ تیری بستی کو ویران نہ کریں ۔)

دُعا سے فارغ ہُوئے تو سب کو ساتھ لے کر پہاڑوں میں روپوش ہو گئے ۔ ابرہہ نے صبح سویرے مکہ پر چڑھائی کا ارادہ کیا۔ اس کے لشکر میں نو یا بارہ جنگی ہاتھیوں کا دستہ تھا۔ سب سے بڑے ہاتھی کا نام محمود تھا جب اس ہاتھی کو مکہ کی طرف پیشقدمی کے لیے ہانکا گیا تو وہ زمین پر بیٹھ گیا۔ فیلبان نے آنکس سے بڑے کچوکے دیئے اور تبر سے اسے مارا، لیکن وہ اُٹھنے کا نام نہ لیتا تھا اگر کسی اور سمت اُسے چلنے کا اشارہ کیا جاتا تو بغیر کسی توقف کے وہ چلنے لگتا۔ نفیل بن حبیب بنی خثعم کا سردار جو اب تک ابرہہ کے ہمراہ تھا بھاگ کر پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ انہی حالات میں فضا میں چھوٹے چھوٹے پرندوں کے غول در غول نمودار ہوئے ہر ایک نے ایک سنگریزہ اپنی چونچ میں اور ایک ایک اپنے دونوں پنجوں میں پکڑا ہوا تھا ــــــ ان سنگریزوں کی مقدار چنے یا مسور کے دانہ کے برابر تھی۔ ہر سوار پر ایک ایک پرندہ ایک کنکر مارتا تھا جو اس کے فولادی خود، آہنی زرہ اور اس کے جسم کو چیرتا ہُوا زمین میں دھنس جاتا تھا۔ لشکر کا اکثر حصہ تو وہیں تباہ و برباد ہو گیا۔ ایک مختصر تعداد جن میں ابرہہ بھی تھا وہاں سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی لیکن ان کے جسموں میں اتنی زبردست خارش پیدا ہو گئی کہ وہ ہر وقت کھجلاتے رہتے۔ کھجلانے سے زخم نمودار ہو گئے۔ زخموں سے پیپ اور لہو بہنے لگا۔ گوشت گل سڑ کر نیچے گرنے لگا۔ کئی راستہ میں ہی ہلاک ہو گئے۔ ابرہہ صنعاء پہنچ گیا لیکن اس کی حالت یہ تھی کہ سارا جسم ناسور بنا ہُوا تھا اور وہ پیل تن گرانڈیل جوان چوزے کی مانند دُبلا پتلا ہو گیا تھا۔ یہ تکلیف بڑھتی گئی یہاں تک کہ اس کا سینہ شق ہو گیا اور اس نے دم توڑ دیا۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کی حفاظت فرمائی وہ دشمن جسے اپنی قوت اور لشکر کی کثرت پر بڑا گھمنڈ تھا، اس کو چھوٹے چھوٹے پرندوں کی سنگباری سے فنا و برباد کر دیا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا تو بنی کنانہ کے سردار ذونفر کے ہاتھوں اسے موت کے گھاٹ اتار دیتا۔ اگر چاہتا تو بنی خثعم کے سردار نفیل کو اس کی بربادی کا باعث بنا دیتا، لیکن اس کی حکمت کا تقاضا یہ تھا کہ وہ دُشمن کو حرم خلیل تک پیشقدمی کرنے کی مہلت دے اور تمام لوگوں کے سامنے اپنی قوت قاہرہ کا مظاہرہ کرے تاکہ قیامت تک کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہ رہے۔ اس سال کو اہل عرب عام الفیل کہتے ہیں۔

یہ واقعہ ۵۷۰ عیسوی میں رونما ہُوا، محرم کا مہینہ تھا۔ اسی سال ربیع الاوّل کے مبارک مہینہ میں کعبہ مقدسہ کو بتوں کی نجاستوں سے پاک کرنے والے، اس کے در و دیوار کو نُورِ توحید سے منور کرنے والے اور اس کو ذکرِ الٰہی کے نغموں سے آباد کرنے والے اللہ تعالیٰ کے حبیب اور محبوب اور اس کی مخلوق کے ہادی و مرشد محمد مصطفےٰ احمد مجتبےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہُوئی۔

سُوْرَةُ الْفِيْلِ مَكِّيَّةٌ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ وَهِيَ خَمْسُ اٰيَاتٍ

سورۃ الفیل مکی ہے — اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جو بہت ہی مہربان ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے — اس میں پانچ آیات ہیں

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝١ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ

کیا آپ نے ملاحظہ نہیں کیا کہ آپ کے رب نے [1] ہاتھی والوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا [2] کیا اللہ تعالیٰ نے ان کے مکر و فریب کو

[1] یہ عبرت انگیز واقعہ کس سال میں ظہور پذیر ہوا اُس کے بارے میں متعدد اقوال ہیں، لیکن صحیح قول وہ ہے جو ابن عباس اور دیگر محققین علماء سے منقول ہے کہ حضور سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ولادتِ باسعادت سے تقریباً پچاس دن پہلے یہ واقعہ رونما ہوا یعنی محرم کے ماہِ محرم کی سترہ تاریخ تھی اور بارہ ربیع الاول کو سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افزائے بزمِ گیتی ہوئے۔ ارشادِ نبوی ہے وُلِدْتُ عام الفیل کہ میری ولادت عام الفیل میں ہوئی۔

ابو نعیم لکھتے ہیں کہ حملہ آور فوج نصاریٰ کی تھی۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پیروکار اور انجیل کو ماننے والے تھے۔ اہلِ مکہ کا اس وقت مذہب بُت پرستی تھا۔ تین سو ساٹھ بُت کعبہ شریف میں رکھے ہوئے تھے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان مشرکین اور بُت پرستوں کے مقابلہ میں ابرہہ کی مدد کی جاتی اور کعبہ خلیل کو صنم کدہ بنانے والوں کو عبرت ناک سزا دی جاتی۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ اب کعبہ کو آباد کرنے والے، اس کو نورِ توحید سے روشن کرنے والے کی آمد کا وقت قریب تھا۔ ابرہہ اگرچہ عیسائی تھا لیکن دنیائے عیسائیت میں حضرت عیسیٰ اور ان کی والدہ کے مجسموں کی پرستش بڑے دھڑلے سے کی جاتی تھی اس لیے عقیدے کے لحاظ سے مشرکینِ مکہ اور ابرہہ میں اگر کوئی فرق تھا تو محض برائے نام۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کی ولادت کے سال میں اہلِ مکہ پر ایسا فضل و کرم فرمایا جس کا شکریہ وہ تاقیامت ادا نہیں کر سکتے۔ علامہ پانی پتی لکھتے ہیں: كانت قصة الفيل توطية لنبوته ومقدمة لظهوره وبعثته۔ یعنی اس قصہ کا وقوع حضور کی آمد سے پہلے بمنزلہ تمہید کے تھا۔

آیت میں استفہام اظہارِ تعجب و حیرت کے لیے ہے۔ الم تر کا معنی جاننا، مطلع ہونا بھی کیا گیا ہے۔ مزید لطف یہ ہے کہ الم تر ما فعل ربك کے بجائے الم تر كيف فعل ربك فرمایا گیا ہے۔ یعنی آپ کے رب نے کیسا سلوک کیا۔ مقصد یہ ہے کہ اس واقعہ کا ظہور اس صورت میں ہوا کہ اس کا ہر پہلو انسان کو محوِ حیرت کر دیتا ہے۔ اس واقعہ کی تفصیلات اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ، علمِ محیط اور کعبہ کی عظمت و شرف کی گواہی دے رہی ہیں۔

[2] ابرہہ کا لشکر ساٹھ ہزار جنگجو سپاہیوں پر مشتمل تھا لیکن اس میں ایک ہاتھیوں کا دستہ بھی تھا جس میں ۹ یا ۱۲ ہاتھی شریک تھے۔ یہ دستہ لشکر کے جلو میں جھوم جھوم کر چل رہا تھا۔ اہلِ مکہ بلکہ اہلِ عرب نے نہ کبھی اتنی فوج دیکھی تھی اور نہ اس ساز و سامان اور اسلحہ کا انہوں نے کبھی تصور کیا تھا۔ ہاتھی اہلِ عرب کے لیے بالکل ایک نئی چیز تھی۔ اسی خصوصیت کے باعث اس سارے لشکر کو اصحاب الفیل کہا گیا۔ چند غیرت مند قبائل نے ابرہہ کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی مگر کامیابی نہ ہوئی۔ مکہ والے بے بسی اور بے چارگی کی حالت میں کعبہ کو چھوڑ کر ارد گرد پہاڑوں میں جا چھپے۔ کعبہ کو گرانے میں بظاہر کوئی رکاوٹ نظر نہ آتی تھی۔ ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے گھر کو جس طرح بچایا اور اپنے پیارے

فِیْ تَضْلِیْلٍ ﴿۲﴾ وَّ اَرْسَلَ عَلَیْهِمْ طَیْرًا اَبَابِیْلَ ﴿۳﴾ تَرْمِیْهِمْ

ناکام نہیں بنادیا ـــ۳ اور (وہ یوں کہ) بھیج دیے ان پر ہر سمت سے پرندے، ڈاروں کے ڈار۔ جو برساتے تھے

بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّیْلٍ ﴿۴﴾ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ﴿۵﴾ ع ۱

ان پر کنکر کی پتھریاں ـــ۴ پس بنا ڈالا ان کو جیسے کھایا ہوا بھوسہ ـــ۵

رسول کی اولین درس گاہ کی عزت و حرمت کا سکہ جس طرح لوگوں کے دلوں پر بٹھایا، عقل انسانی اس کو دیکھ کر دنگ رہ جاتی ہے۔ انسان یہ کہنے پر مجبور ہو جاتا ہے کہ جس ذات کا یہ گھر ہے اس کی قدرت بے پناہ، اس کی حکمتیں بیکراں اور اس کی تدبیریں لاجواب ہیں۔ جس بات کا وہ ارادہ فرماتا ہے وہ ہو کر رہتی ہے جسے کوئی روک نہیں سکتا۔

ـــ۳ ابن منظور نے الکید کے دوسرے معانی کے ساتھ ساتھ اس کا یہ معنی بھی ذکر کیا ہے۔ الکید: التدبیر بباطل او بحق۔ (لسان العرب) یعنی کسی اچھے یا برے، غلط یا صحیح کام کرنے کے لیے تدبیر کرنا۔ یہاں اس کا یہی معنی مراد ہے۔ ابرہہ کی لشکر کشی پوشیدہ اور چھپی ہوئی نہ تھی۔ اس کے مذموم ارادے بھی کوئی راز نہ تھے۔ اس نے ڈنکے کی چوٹ سے یہ اعلان کر دیا تھا کہ وہ کعبہ کو منہدم کرنے کے لیے آیا ہے۔ یہاں کید کا معنی خفیہ تدبیر یا مکر کرنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ تضلیل کہتے ہیں کسی تدبیر کا ناکام ہو جانا، کسی سعی کا بار آور نہ ہونا، کسی جدوجہد کا اکارت جانا۔

ابرہہ نے کعبہ مقدسہ کو گرانے کا عزم کیا۔ اس عزم کو عملی جامہ پہنانے کے لیے اس نے پوری تدبیر کی۔ مکہ کا شہر جس کی آبادی چند ہزار سے زیادہ نہ تھی، ان میں بوڑھے بچے اور عورتیں بھی تھیں، اس شہر پر اتنے بڑے عظیم لشکر سے حملہ آور ہونا اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ وہ اپنی کامیابی کو یقینی بنانا چاہتا تھا۔ وہ شکست کے ہر امکان کو ختم کر دینا چاہتا تھا۔ پھر جنگی ہاتھیوں کا ایک دستہ بھی اپنے ہمراہ لے گیا۔ یہ ساری تدبیریں صاف صاف بتا رہی تھیں کہ وہ اپنے اس ارادے کو ہر قیمت پر عملی جامہ پہنانا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے جنگی منصوبہ میں ناکامی کا ایک فیصد شائبہ بھی نہ رہنے دیا تھا۔ مکہ اور اس کے حلیف قبائل اگر اپنے تمام جنگجو مردوں کو جمع کر لیتے تو اس لشکر کا عشر عشیر بھی نہیں ہو سکتے تھے۔ ابرہہ نے تو جنگی تدبیر میں کوئی کسر رہنے نہ دی تھی۔ لیکن اے محبوب! آپ کے پروردگار کی حکمت نے اس کی ساری تدبیروں کو ناکام بنا دیا، اس کی ساری چالوں کو خاک میں ملا دیا۔ کسی کوشش و تدبیر کو ناکام بنانے کو عربی میں تضلیل کہتے ہیں۔

ـــ۴ ان کے اس حملہ کو پسپا کرنے کے لیے رب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے کیا جوابی کارروائی کی اس کا ذکر اس آیت میں ہو رہا ہے کہ اس لشکر جرار کو جو ہر قسم کے اسلحہ سے لیس تھا، اس کے آگے آگے چنگھاڑتے ہوئے مست ہاتھی اپنی سونڈیں لہرا لہرا کر دلوں میں خوف و ہراس پیدا کر رہے تھے۔ ایسے لشکر کو تباہ کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ کو کسی غیر معمولی طاقت کے استعمال کی ضرورت نہ پڑی۔ اپنے مختلف قسم کے ان گنت لشکروں میں سے اس نے چھوٹے چھوٹے پرندوں کے چند ڈار بھیج دیے جو اشارہ ملتے ہی ساحل سمندر کی طرف سے اُمنڈ پڑے اور چند لمحوں کی سنگباری سے اس لشکر کا بھرکس نکال دیا۔ علامہ قرطبی لفظ ابابیل کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ابابیل: قال عکرمۃ مجتمعۃ وقیل متتابعۃ بعضہا فی اثر بعض وقیل مختلفۃ متفرقۃ تجیٔ من کل ناحیۃ من ھھنا ومن ھھنا.
قال النحاس ھذہ الاقوال متفقۃ وحقیقۃ المعنی انہا جماعات عظام۔ (قرطبی)

یعنی عکرمہ کہتے ہیں کہ ابابیل کا معنی مجتمع ہے۔ بعض نے کہا ہے کہ اس کا معنی مختلف ٹکڑیاں یکے بعد دیگرے آنا ہے۔ بعض نے اس کا معنی کیا ہے کہ ہر طرف سے اِدھر اور اُدھر سے مختلف جھنڈ نمودار ہو گئے۔ نحاس کہتے ہیں کہ ان مختلف اقوال کا مفہوم ایک ہی ہے۔ سب کا خلاصہ یہ ہے کہ پرندوں کی بڑی بڑی جماعتیں اچانک ہر طرف سے نمودار ہو گئیں۔

ان پرندوں کو خدائی اسلحہ خانہ سے مسلح کر کے بھیجا گیا تھا۔ ان کا اسلحہ چھوٹے چھوٹے سنگریزوں سے عبارت تھا۔ وہ سنگریزے ایسے تھے جنہیں آتشِ جہنم میں پکایا گیا تھا۔ ایسی بھٹیوں میں جو چیز پک کر آتی ہے اس کی تباہ کاری کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔ جو بم ان پرندوں نے اٹھائے ہوئے تھے وہ تو جہنم کی بھٹی میں تیار ہوئے تھے۔ ان کا حجم چنے یا مسور کے دانے کے برابر تھا، لیکن ان کی قوت کا اندازہ فقط اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ ہر پرندے کو صرف تین تین بم برسانے کا حکم دیا گیا تھا۔ ایک بم انہوں نے اپنی اپنی چونچ میں اور دو بم اپنے پنجوں میں پکڑے ہوئے تھے۔ وہ اڑتے ہوئے آئے آن واحد میں لشکر پر چھا گئے اور حسب حکم ایک ایک سنگریزہ ایک ایک سوار پر پھینکا۔ مسور کے حجم کا دانہ ان کے فولادی خود، ان کی آہنی زرہوں کو چیرتا ہوا ان کے گٹھے ہوئے جسموں کو گھائل کرتا ہوا ان کی سواری کے جانوروں کو چھلنی کرتا ہوا زمین میں دھنس جاتا۔ نشانہ خطا ہونے کا امکان ہی نہ تھا۔ جس کو لگا اس کے جسم میں زہریلے اثرات سرایت کر گئے۔ فوراً پھنسیاں پھوڑے نمودار ہونے لگے اور ان سے پیپ اور خون بہنے لگا۔ درد کی شدت ناقابلِ برداشت تھی۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ گوشت گل سڑ کر گرنے لگا۔ اس ناگہانی سنگباری نے ان کے اوسان خطا کر دیے۔ فوجی نظم وضبط کی پابندی کا کسی کو ہوش تک نہ رہا۔ چند لمحے پہلے جو فوج، فوجی نظم وضبط سے بڑے کروفر کے ساتھ مکہ کی طرف بڑھ رہی تھی، اب بدنظمی کا شکار تھی۔ ہر کوئی جدھر موقع ملا سر اٹھائے بھاگا جا رہا تھا۔ لشکر کا بیشتر حصہ تو وہاں ہی تباہ وبرباد ہو گیا۔ چند لوگ صنعاء تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ ان کی حالت بھی ناگفتہ بہ تھی۔ جسم پھوڑوں سے بھرے ہوئے، ہر پھوڑے سے پیپ کا دریا رواں، بدبو کے مارے دم گھٹا جا رہا تھا۔ ان کی آہ وفغاں سے صنعاء کی فضا وحشت ناک ہو گئی تھی۔ ان لوگوں میں ابرہہ بھی تھا۔ وہ سرو قامت، خوبرو، جواں سال اور قوت وطاقت کا مجسمہ اب گل سڑ کر ایک چوزے کی مانند ہو گیا جس کا گوشت آہستہ آہستہ گلتا جا رہا تھا، یہاں تک کہ اس کا سینہ گل کر پھٹ گیا اور اس طرح کعبہ کے گرانے کا ارادہ کرنے والے اپنے کیفرِ کردار کو پہنچ گئے۔

ان لوگوں کو اپنے دار السلطنت صنعاء میں زندہ پہنچانے میں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ صرف اہل مکہ ہی نہیں بلکہ یمن والے بھی اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں کہ جو لوگ ایسی گستاخی کے مرتکب ہوتے ہیں، غضبِ الٰہی ان کو کس طرح تباہ وبرباد کرتا ہے۔

ش ان کی خستہ حالی اور تباہی کی کتنی صحیح اور موثر تصویر کھینچ کر رکھ دی گئی ہے۔ عصف کہتے ہیں گندم، باجرہ، مکئی وغیرہ کے پتوں کو۔ ماکول جن کو جانوروں نے کھا لیا ہو۔ جب کوئی جانور چارہ کھاتا ہے تو پہلے وہ اسے اپنے دانتوں سے چبا کر ریزہ ریزہ کرتا ہے۔ وہ چبائے ہوئے پتے معدے میں جا کر ہضم کا مرحلہ طے کرتے ہیں اور آخر گوبر یا لید بن کر باہر نکلتے ہیں۔ خود سوچو ان پتوں کی حالت کتنی خستہ اور تباہ ہوتی ہے؟ یہی حالت ان کی بھی ہو گئی تھی۔

بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی قدرت کو محض اپنی سمجھ کی کسوٹی پر پرکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک یہ واقعہ جسے قرآن نے بیان کیا ہے، قابلِ تسلیم نہیں۔

اس لیے وہ اس کی تاویلیں کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ طیر سے مراد پرندے نہیں بلکہ وبال ہے اور حجارہ سے مراد پتھر نہیں بلکہ مصیبت ہے۔ وہ کہتے ہیں دکھیں سے پرندوں کی ٹکڑیاں نمودار ہوئیں نہ ان کی چونچوں اور پنجوں میں سنگریزے تھے اور نہ انہوں نے سنگباری کر کے اس لشکر کو تہس نہس کیا، بلکہ اس لشکر میں زہریلے چیچک کی وبا پھوٹ پڑی اور اس کی وجہ سے وہ لشکر تباہ ہو گیا۔

اگر ان کی اس بھونڈی تاویل کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر وہ وبا اس لشکر تک ہی کیوں محدود رہی، وہاں کی مقامی آبادی اس سے کلیۃً کیوں محفوظ رہی، ایک مثال بھی تو یہ لوگ نہیں بتا سکتے کہ اہل مکہ میں سے کوئی شخص اس وقت اس وبا سے مرا ہو۔ آیات قرآنی کی من مانی تاویلیں کرنا یا اغیار کی خوشنودی کے لیے ایسا رد و بدل کرنا جسے عربی بلاغت قبول کرنے سے قاصر ہو بہت بڑی زیادتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کی خطاؤں کو معاف فرمائے۔ آمین!

اللہ تعالیٰ نے جب اپنی قدرت کاملہ سے حملہ آوروں کو تباہ و برباد کر دیا اور اپنے گھر کو بچا لیا تو حضرت عبد المطلب نے ان الفاظ سے اپنے رب کی حمد اور اس کا شکر ادا کیا:

انت منعت الحبش والافیالا وقد رعوا بمکۃ اجبالا

وقد خشینا منهم القتالا وکل امر لهم معضالا

شکرا وحمدا لک یا ذا الجلالا

ترجمہ: تُو نے حبشی لشکر اور ہاتھیوں سے ہماری حفاظت کی اور وہ کافی دن مکہ کے پہاڑوں میں اپنے جانوروں کو چراتے رہے۔ ہمیں یہ اندیشہ تھا کہ وہ ہم سے برسرپیکار ہوں گے۔ اے خداوند ذوالجلال ہم تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور ہم تیری ثنا کرتے ہیں۔

جیسے آپ پہلے پڑھ آئے ہیں کہ بنی خثعم کے سردار نفیل بن حبیب کو ابرہہ اپنے ہمراہ لایا تھا تاکہ وہ بلاد حجاز کے راستوں سے اسے آگاہ کرے۔ جب ابرہہ کا لشکر کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تو وہ وہاں سے کھسک کر اہل مکہ سے جا ملا جو پہاڑ کی چوٹی پر فروکش تھے اس نے جب پرندوں کو سنگباری کرتے ہوئے اور ابرہہ کے لشکر کو تباہ و برباد کرتے ہوئے دیکھا تو وہ کہنے لگا:

ردینۃ لو رایت ولا تریہ لدی جنب المحصب ما رأینا

اے ردینہ (اس کی بیوی کا نام)، کاش تُو اس منظر کو دیکھتی جو ہم نے وادی محصب کے قریب دیکھا تھا۔

اذا لعذرتنی وحمدت امری ولم تأسی علی ما فات بینا

تب تُو مجھے معذور سمجھتی اور میرے کارنامہ کی تعریف کرتی اور جو چیز فوت ہو گئی ہے اس پر تُو افسوس نہ کرتی۔

حمدت اللہ اذ ابصرت طیرا وخفت حجارۃ تلقی علینا

جب میں نے پرندوں کے جھنڈ کو دیکھا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی اور جب پتھر برسنے لگے تو میں خوفزدہ ہو گیا۔

فکل القوم تسأل عن نفیل کأن علی للحبشان دینا

ابرہہ کی فوج کا ہر سپاہی پوچھتا تھا کہ نفیل کہاں ہے تاکہ وہ ہمیں یہاں سے بھاگ جانے کا راستہ دکھائے۔ وہ میرے بارے میں یوں استفسار کر رہے تھے گویا ان حبشیوں کا کوئی قرض میرے ذمہ واجب الادا تھا۔

ان اشعار سے بھی ہمارے تجدد پسند مفسرین کے مفروضے کی تکذیب ہوتی ہے۔

اس واقعہ کا ایک خوش آئند اثر یہ ہوا کہ مشرکین عرب کا اعتماد ان بتوں سے اٹھ گیا اور تمام اللہ رب العزت کی بارگاہ بے کس پناہ، میں اس مصیبت سے نجات پانے کے لیے بڑی عاجزی سے فریاد کرنے لگے۔ کہتے ہیں کہ یہ اثران پر سات سال تک باقی رہا اور وہ صرف اللہ وحدہ لاشریک کی عبادت کرتے رہے۔

اس سورت سے اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اے اہل مکہ! تم میرے حبیب کی دعوت توحید کو بڑی بے رخی سے ٹھکرا رہے ہو اور ان بتوں کی الوہیت کے نظریہ سے دست بردار ہونے کے لیے کسی قیمت پر تیار نہیں ہو۔ تمہیں عام الفیل کا وہ واقعہ بھول گیا اس روز تمہیں اس لشکر جرار سے کس نے نجات دی تھی۔ کس نے عالم غیب سے پرندوں کے جھنڈ کے جھنڈ بھیجے تھے؟ کس کے حکم سے ان پرندوں نے سنگباری کر کے تمہارے دشمن کو تہس نہس کر دیا تھا؟ اس نے تمہارا بھی بال بیکا نہ ہونے دیا اور اس گھر کی بھی حفاظت فرمائی جس سے تمہاری عظمتیں اور عزتیں وابستہ ہیں۔

○

سبحان ذی الملک والملکوت

سبحان ذی العزة والهیبة والکبریاء والجبروت

لا غالب الا انت. انک انت العزیز الحکیم

اللّٰهم زد بیتک عزا وشرفا وصل وسلم علی رسولک الذی ارسلته بالهدی

ودین الحق لیظهره علی الدین کله